ڈاکٹر ریحان اختر*

قرآنِ کریم جنگ و امن کا عظیم ترین علمبردار ہے

اسلامی تہذیب وثقافت اور اسلامی تعلیمات کے فروغ میں ہمیں صرف ایک نعرہ نظر آتا ہے وہ ہے امن کا نعرہ۔ اسلام میں تلوار کے استعمال کو محدود کر دیا گیا ہے۔ اس کے استعمال کو بالکل منسوخ نہیں کیا گیا ہے۔ تلوار منطق یا انصاف کی جگہ نہیں لے سکتی لیکن بعض دفعہ اس کا استعمال ناگزیر صورت بن جاتی ہے، جیسا کہ کتب سیر میں بہت سارے واقعات موجود ہیں۔ اسلامی جنگوں کی ترقی اور اسلام کی ترقی کا واحد ذریعہ رہا کہ وہ صرف حزب اللہ یعنی اللہ کی جماعت تھی اور بلاشبہ فوجی وعسکری کامیابی اسلام کے مقدر کی تکمیل میں ایک قومی عنصر کی حیثیت رکھتا ہے لیکن قرآنی تعلیمات سے ہٹ کر کوئی بھی عمل اہل اسلام کا نہیں رہا جو اصول قرآن نے مرتب کیے اسکے مطابق عمل ہوا۔ جیسا کہ قرآن کریم نے اسلام کے جنگ وامن اصولوں کو مختلف سورتوں اور آیات میں بیان کیے ہیں ہم ان اصولوں پر یہاں اختصار کیساتھ روشنی ڈالیں گے۔

(۱) اسلام میں ہوس ملک گیری کے لیے جنگ جائز ہے۔ سب سے پہلا اصول یہ ہے کہ محض فتوحات اور ہوس ملک گیری کے لیے جنگ جائز نہیں۔ صرف دفاعی اغراض اور ظالموں کے خلاف جنگ جائز ہے، قرآن میں مسلمانوں کو جب مدینہ پہنچنے کے بعد پہلی بار اپنے دشمنوں کے خلاف جنگ کی اجازت دی گئی تو اس میں اس اصول کی وضاحت کردی گئی۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِن دِيَارِهِم بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَن يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ۔[1]

[وہ لوگ یعنی مسلمان جن سے جنگ کی گئی اب ان کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، یہ اسلئے کہ ان پر ظلم کیا گیا اور اللہ ان کی نصرت پر پوری طرح قادر ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے علاقوں سے ناحق نکالے گئے، صرف اس لیے نکالے گئے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے۔]

اس آیت کی تشریح کی ضرورت نہیں، بات صاف ہے کہ ان کو اس لیے جنگ کی اجازت دی جارہی ہے

* شعبہ دینیات (سنی)، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کہ ان پر ظلم کیا گیا اور وہ اپنے شہر (مکہ) سے ظالمانہ طور پر نکلنے پر مجبور کیے گئے۔ اس کے بعد ہی دوسرے سال رمضان میں اسلام کی پہلی اہم جنگ جنگ بدر ۲ ہجری میں پیش آئی۔

یہاں یہ بات بہت اہم اور قابل ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ پہنچتے ہی اس جنگ سے کافی پہلے ایک Pact کے ذریعہ مدینہ میں آباد مالدار اور طاقتور یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا تھا جس کو میثاق مدینہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جن کی رو سے مسلمان اور یہودی نئی ریاست مدینہ کے باشندے تھے، دونوں قوموں کو اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت تھی اور مدینہ پر حملہ کی صورت میں یہودیوں پر لازم تھا کہ وہ مسلمانوں کی اپنی جانوں سے مدد کریں یعنی جنگ میں شریک ہوں اور اس کے مصارف برداشت کریں لیکن یہودی نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے خلاف کفار مکہ کی جنگوں احد واحزاب میں شریک ہی نہیں بلکہ انھوں نے اس میثاق یا Pact کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دشمنوں کا ساتھ دیا، اسی لیے ان یہودیوں کے خلاف بھی مدینہ کے مضافات اور خیبر میں جنگ کرنا پڑی۔

اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ امن اور اس کے لیے کوشش بنیادی چیز ہے اور جنگ ایک ہنگامی شے ہے۔

(۲) دوسرا اصول جنگ یہ ہے کہ باہمی مشورہ کیا جائے، جنگ احد کی مناسبت سے کہا گیا

"وشاورھم فی الامر" [۲] [اور ان سے معاملات میں مشورہ کیا کرو۔]

(۳) تیسرا اصول یہ ہے کہ جب جنگ کا پختہ ارادہ کرلیا جائے تو پھر اللہ پر پورا بھروسہ کرنا چاہیے، تردد نہیں کرنا چاہیے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک کا ارشاد ہے:

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ [۳]

[(اور اے قرآن پڑھنے والے) جب تم نے عزم کرلیا تو اللہ پر توکل کرو اور اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔]

(۴) چوتھا اصول یہ ہے کہ جنگ میں اپنی طاقت سے زیادہ اللہ کی نصرت پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ احکم الحاکمین کا ارشاد ہے:

إِنْ يَنْصُرْكُمُ اللهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ وَإِنْ يَخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ بَعْدِهِ وَعَلَى اللهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ [۴]

[اگر اللہ تمھاری مدد فرمائے تو تم پر کوئی غالب آنے والا نہیں اور اگر اللہ تم کو چھوڑ دے تو کون ہے جو اس کے علاوہ تمھاری مدد کر سکتا ہے اور اللہ ہی پر اہل ایمان بھروسہ کرتے ہیں۔]

اپنی کثرت وطاقت کے گھمنڈ کا جو حشر ہوتا ہے اور جو مسلمانوں کو غزوہ حنین (۸ھ) میں ابتدائی شکست کی صورت میں پیش آیا اس کا ذکر سورہ توبہ کی آیت ۲۵ میں اس طرح ہے:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ

عَنكُمْ شَيْئاً وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۵

[اللہ نے تمہاری بہت سے مواقع پر مدد کی اور جنگ حنین کے موقع پر بھی جب تمہاری تعداد کی کثرت نے تم کو غرور میں مبتلا کر دیا اور یہ تعداد کی کثرت تمہارے کام نہ آئی اور زمین اپنی تمام وسعت کے باوجود اس موقع پر تمہارے لیے تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ موڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔]

سیرت کی کتابوں میں ہے کہ جنگ حنین کے لیے میدان جنگ میں جاتے ہوئے قبیلہ ہوازن وثقیف کے تیر اندازوں نے ان پر گھاٹیوں سے زبردست تیر اندازی کی جن سے مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے، رسول اللہ ﷺ نے یہ اشعار پڑھتے ہوئے کافروں کو للکارا:

انا النبی لاکذب ان ابن المطلب

اور اپنے چچا حضرت عباس کو جو آپ کے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑے تھے حکم دیا کہ بھاگنے والے انصار و مہاجرین کو آواز لگائیں، ان کی آواز بہت بلند تھی اور ان کے نعرے پر مسلمان واپس آئے گھمسان کی جنگ ہوئی اور مسلمان فتحیاب ہوئے۔

سورہ انفال میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

وَلَا تَكُونُواْ كَالَّذِينَ خَرَجُواْ مِن دِيَارِهِم بَطَراً وَرِئَاء النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللّهِ وَاللّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۶

[اور ان لوگوں کی مانند نہ بننا جو اپنے گھروں سے اکڑتے اور لوگوں کے آگے اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے، اور جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں، حالاں کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کے دائرہ علم میں ہے۔]

(۵) پانچواں اصول یہ ہے کہ دورانِ جنگ اگر مسلمان کو مشکلات پیش آئیں، وہ زخمی ہوں یا شہید ہوں تو اس سے دل برداشتہ نہ ہوں بلکہ اپنے مورچوں یا پوزیشنوں پر جمے رہیں۔

وَكَأَيِّن مِّن نَّبِيٍّ قَاتَلَ مَعَهُ رِبِّيُّونَ كَثِيرٌ فَمَا وَهَنُواْ لِمَا أَصَابَهُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَمَا ضَعُفُواْ وَمَا اسْتَكَانُواْ وَاللّهُ يُحِبُّ الصَّابِرِينَ ۷

[اور کتنے ہی انبیاء گزرے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی، تو وہ ان مصیبتوں کے سبب سے جو انھیں خدا کی راہ میں پہنچیں نہ تو پست ہمت ہوئے، نہ انھوں نے کمزوری دکھائی اور نہ دشمنوں کے آگے گھٹنے ٹیکے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔]

(۶) چھٹا اصول یہ ہے کہ دورانِ جنگ پیٹھ دکھا کر بھاگنا نہ چاہیے سوائے اس کے کہ اپنے حملے کی پوزیشن

بدلنا ہو۔اللہ کا ارشاد ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفاً فَلاَ تُوَلُّوهُمُ الأَدْبَارَ ○ وَمَن يُوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهُ إِلاَّ مُتَحَرِّفاً لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزاً إِلَى فِئَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۸

[اے ایمان والو جب تمہارا کفار سے مقابلہ ہو، فوج کشی کی صورت میں تو ان کو پیٹھ نہ دکھائیو اور جو ان کو پیٹھ دکھائے بجز اس کے کہ جنگ کے لیے پینترا بدلنا چاہتا ہو یا کسی جماعت کی طرف سمٹ رہا ہو تو وہ اللہ کا غضب لے کر لوٹا، سو اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ نہایت بڑا ٹھکانا ہے۔]

(۷) دورانِ جنگ (جہاد) موت سے ڈرنا نہیں چاہیے:

وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۹

[اور اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہو گے یا مرو گے تو وہ مغفرت اور رحمت جو تمہیں اللہ کی طرف سے حاصل ہو گی اس سے کہیں بہتر ہے جو یہ (مال) جمع کر رہے ہیں۔]

(۸) دشمن سے مقابلہ ہو تو ڈٹ کر لڑنا چاہیے اور کثرت سے اللہ کا ذکر زبان پر ہونا چاہیے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْكُرُواْ اللّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ ۱۰

[اے وہ جو ایمان لائے ہو جب تمہارا کسی جماعت سے مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو زیادہ یاد کرو کہ تم کامیابی حاصل کرو۔]

(۹) جنگ کے موقع پر اپنے کمانڈر کی پوری اطاعت کرنا چاہیے، سوائے اسکے کہ وہ کسی حرام بات کا حکم دے اور آپس میں اختلاف نہ کرنا چاہیے، جنگ بدر پر تبصرہ کرتے ہوئے قرآن کریم نے کہا:

وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ وَلاَ تَنَازَعُواْ فَتَفْشَلُواْ وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُواْ إِنَّ اللّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۱۱

[اور اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو کہ تم پست ہمت ہو جاؤ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے، اور ثابت قدم رہو، بیشک اللہ ثابت قدموں کیساتھ ہے۔]

(۱۰) کمانڈر کو اپنی فوج کو دشمن کی سمت لڑنے کی لیے بڑھانا چاہیے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ إِن يَكُن مِّنكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُواْ مِئَتَيْنِ وَإِن يَكُن مِّنكُم مِّئَةٌ يَغْلِبُواْ أَلْفاً مِّنَ الَّذِينَ كَفَرُواْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لاَّ يَفْقَهُونَ ۱۲

[اے نبی مومنین کو جہاد پر ابھارو، اگر تمہارے بیس آدمی ثابت قدم ہوں گے تو دو سو پر غالب آئیں گے اور اگر تمہارے سو ہوں گے تو ہزار کافروں پر بھاری ہوں گے یہ اس وجہ سے کہ یہ (کافر) لوگ بصیرت سے محروم ہیں۔]

چونکہ رسول اللہ ﷺ غزوات کے موقع پر مسلمانوں کی افواج کے سپریم کمانڈر تھے اس لیے آپ سے یہ خطاب کیا گیا ہے اور اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی فوج کے مورال کو برقرار رکھنا کتنا ضروری ہے۔ لازم ہے فوج کے قائدین اپنے فوجیوں کی ہمت بندھائیں اور ان کی نظر فتح پر رکھیں، کمانڈر ہی کم ہمتی اور بزدلی دکھائے گا تو اس کی فوج جنگ نہیں کر سکتی۔

(۱۱) جنگ کی حالت میں زیادتیاں نہیں کرنی چاہیے، یعنی بوڑھوں اور عورتوں اور بچوں اور دیگر سویلین کو قتل نہیں کرنا چاہیے، نہ دشمن کے مقتول فوجیوں کی لاشوں کی بے حرمتی کرنا، نہ انکے ناک کان وغیرہ کاٹنا چاہیے، نہ سروں کے مینار بنانا چاہیے جیسے چنگیز خاں اور ہلاکو خاں وغیرہ کرتے تھے اور موجودہ عہد میں کمبوڈیا میں امریکہ کے حلیف پول پوٹ نے کیا جس نے لاکھوں مقتول فوجیوں کو کھوپڑیاں جمع کی تھیں، اس بارے میں اللہ رب العزت کا واضح ارشاد ہے:

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ [۱۳]

[جو لوگ تم سے جنگ کرتے ہیں ان سے جنگ کرو اور زیادتی نہ کرو، اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔]

(۱۲) جنگ اپنے دفاع میں ہونی چاہیے، یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے یعنی ان لوگوں کے خلاف جو لوگوں کو ایمان لانے اور صرف اپنے خالق کی عبادت کرنے سے روکتے ہیں یا ایمان کے راستے میں سد راہ بنتے ہیں، اس لیے قرآن میں بار بار جہاد فی سبیل اللہ اور قتال فی سبیل اللہ کی عبارت اختیار کی گئی ہے۔ خالق کائنات کا ارشاد ہے:

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ وَمَنْ يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا [۱۴]

[وہ لوگ جنھوں نے دنیا کے عوض آخرت کا سودا کر لیا ہے ان کو چاہیے کہ وہ اللہ کے راستے میں جنگ کریں اور جو کوئی اللہ کے راستے میں جنگ کرے گا اور اس میں وہ قتل ہو جائے گا یا فتح یاب ہوگا تو ہر حال میں ہم اس کو اجر عظیم عطا فرمائیں گے۔]

یہی بات زیادہ تفصیل سے سورہ توبہ میں کی گئی ہے:

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ ١٥

[بیشک اللہ نے اہل ایمان سے ان کے جان و مال کے لیے جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں، پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔]

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ضروری نہیں کہ سب کے سب غالب ہوں، وہ شہید بھی ہو سکتے ہیں لیکن کامیاب ہر حال میں وہی ہیں، جہاد فی سبیل اللہ کی عبارت مثال کے طور پر سورہ انفال کی آیات ۷۱ اور ۷۲ میں دیکھی جا سکتی ہیں، اس سے ہماری اس سابقہ بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ محض ملک گیری اور کسی ملک کی دولت لوٹنے کے لیے جنگ جائز نہیں۔

(۱۳) جنگ کا مقصود دنیا کا مال و دولت یا مادی فائدہ نہ ہونا چاہیے، جنگ بدر کے قیدیوں سے حضورﷺ نے حضرت ابوبکر اور بعض صحابہ کی رائے کے مطابق فدیہ کی رقم لے کر ان کو آزاد کر دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی:

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ لَّوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ١٦

[کسی نبی کے لیے یہ بات مناسب نہیں کہ اس کو قیدی ہاتھ آئیں جب تک وہ ان کے لیے ملک میں ان کی خونریزی برپا نہ کر دے، یہ تم ہو جو دنیا کے سروسامان کے طالب ہو، اللہ تو آخرت چاہتا ہے، اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے، اگر اللہ کا نوشتہ پہلے سے موجود نہ ہوتو جو روش تم نے اختیار کی اس کے باعث تم پر ایک عذاب عظیم آ دھمکتا۔]

اللہ کی طرف سے اپنے نبیﷺ کے لیے یہ رخ اس لیے اختیار کیا گیا کہ اللہ نے اس سے قبل سورہ محمد کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا تھا:

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ذَٰلِكَ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ١٧

[پس جب ان کافروں سے تمہارے مقابلہ کی نوبت آئے تو ان کی گردنیں اڑاؤ، یہاں تک کہ جب ان کو اچھی طرح چور کر دو تو ان کو مضبوط باندھ لو، پھر یا تو احسان کر کے چھوڑنا ہے

یا فدیہ لے کر یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے، یہ ہے (کام تمہارے کرنے کا) اور اگر اللہ چاہتا ہے تو وہ خود ہی ان سے انتقام لے لیتا، لیکن (اس نے تم کو یہ حکم اس لیے دیا) کہ ایک کو دوسرے سے آزمائے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے اللہ ان کے اعمال ہرگز رائیگاں نہیں کرے گا۔]

جہاں اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک دشمن کی اچھی طرح خوں ریزی نہ کردی جائے اس وقت تک قیدی بنانا جائز نہیں وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ قیدیوں کو بلا معاوضہ یا فدیہ لے کر چھوڑا بھی جاسکتا ہے، اس کا اختیار حاکم وقت کو ہے۔

(۱۴) جہاں اسلام نے اپنے دفاع میں اور اللہ کے راستے میں جنگ کی دعوت دی ہے وہیں ایک انتہائی اہم بات یہ کہ دیگر کمزور اور مظلوموں کی خاطر بھی جنگ کرنے کو کہا ہے:

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ۱۸

[اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے جنگ نہیں کرتے جو دعا کر رہے ہیں کہ اے پروردگار ہمیں ان ظالم باشندوں کی بستی (مکہ سے نکال اور ہمارے لیے اپنے پاس سے مددگار پیدا کر۔]

یہ اس وقت کی بات ہے جب بیشتر مسلمان مکہ سے ہجرت کر کے جاچکے تھے اور کچھ بے سہارا کمزور مرد، عورتیں اور بچے مکہ میں رہ گئے تھے۔ اس جنگ کے بارے میں عالم عرب کے معروف مصری دانشور اپنی کتاب امنِ عالم میں لکھتے ہیں:

''اب رہی اس جنگ کی بات، سو یہ جنگ انسانی آزادی کی خاطر ہے۔ یہ جنگ جاگیرداری اور استبدادی نظاموں کے خلاف ہے۔ انسان کی انسان کے لیے غلامی کے خلاف ہے، سرکشی وظلم وستم کے خلاف ہے۔ یہ جنگ ہر معنی اور ہر میدان کے لحاظ سے آزادی کی جنگ ہے۔ اقتصادی، نسلی، جبری مقاصد سے پاک ہے۔ اس جنگ میں حصہ لینا شرفِ انسانیت کے عین مطابق ہے۔ کیوں کہ یہ انسانی صفات انسانی حقوق اور انسانیت کے بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے لیے لڑی جاتی ہے۔ یہ تو وہ جنگ ہے جو اس زمین پر بسنے والی ہر انسانی مخلوق کے لیے اپنے ساتھ مساوات عدل وانصاف اور عزت واحترام دلاتی ہے''۔ ۱۹

الجہاد کے مصنف یحییٰ نعمانی اسلامی جنگوں کے سلسلے میں گویا ہیں:

"قرآن میں جہاد کی یہ آیتیں ان ظالمانہ حملوں سے دفاع کی تیاری کا حکم لے کر جب آتی ہیں تو یہ بتاتی ہیں کہ تمہاری یہ جنگ اور مال وجان کی قربانی صرف قومی وسیاسی دفاع اور عزت وغیرت کے تحفظ کے لیے نہیں ہے۔ نہ تم اپنی آزادی وخودمختاری کی حفاظت کے لیے لڑ رہے ہو، بلکہ قرآن اس کو بار بار یاد دلا رہا تھا کہ تم اپنی اس پوزیشن کو یاد رکھو کہ تم انسانوں کا کوئی عام گروہ نہیں ہو، تمہاری اٹھان دنیا کی لذتوں میں سے اپنا حصہ لینے کے لیے نہیں ہے۔ تم دنیا سے منھ موڑنے والے گروہ ہو۔ تم عبادت خداوندی اور ساری انسانیت کو نفع پہنچانے کے لیے ہمارے رسول کی گرد جمع ہوئے ہو۔ تم نے خدا سے عہد باندھا ہے کہ فقیرانہ زندگی کی ضرورت پڑی تو اس کو اختیار کر کے دوسروں کی ہدایت اور نفع رسانی کے لیے قربانیاں دو گے۔ اس لیے تم کو اپنے دفاع کے لیے جس جنگ کا حکم دیا جا رہا ہے یہ صرف دنیا کی عام جائز قسم کی بلکہ عام ضروری قسم کی جنگ نہیں ہے، بلکہ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ یہ یقیناً ایک مقدس جنگ ہے جو خدا کے لیے اور اس کے دین کیلئے لڑی جا رہی ہے"۔[۲۰]

(۱۵) مسلمان اللہ کے راستے میں یعنی اس کے دین کے دفاع کے لیے جنگ کرتے ہیں جب کہ کافر شیطان کی خاطر جنگ کرتے ہیں:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا [۲۱]

[جو لوگ ایمان لائے ہیں اور اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور جنھوں نے کفر کیا وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں، تو تم شیطان کے حامیوں سے لڑو، شیطان کی چال تو بالکل بودی ہوتی ہے۔]

برصغیر کے نامور مفکر سید ابوالاعلیٰ مودودی حق وباطل جنگ کی حد بندی کے سلسلے میں اپنی معرکۃ الآرا کتاب الجہاد فی الاسلام میں رقم طراز ہیں:

"یہ ایک قولِ فیصل ہے جس میں حق وباطل کے درمیان پوری حد بندی کر دی گئی ہے۔ جو لوگ ظلم وسرکشی کی راہ سے جنگ کریں وہ شیطان کے دوست ہیں جو ظلم نہیں بلکہ ظلم کو مٹانے کے لیے جنگ کریں وہ راہِ خدا کے مجاہد ہیں ہر وہ جنگ جس کا مقصد حق وانصاف کے خلاف بندگانِ خدا کو تکلیف دینا ہو، جس کا مقصد حق داروں کو بے حق کرنا اور انھیں ان کی

جائز ملکیتوں سے بے دخل کرنا ہو، جس کا مقصد اللہ کا نام لینے والے کو بے قصور ستانا ہو، وہ سبیل طاغوت کی جنگ ہے، اسے خدا سے کچھ واسطہ نہیں، ایسی جنگ کرنا ایمان داروں کا کام نہیں ہے۔ البتہ جو لوگ ایسے ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کی حمایت و مدافعت کرتے ہیں جو دنیا سے ظلم وطغیان کو مٹا کر عدل وانصاف قائم کرنا چاہتے ہیں جو سرکشوں اور فسادیوں کی جڑ کاٹ کر بندگانِ خدا کو امن واطمینان سے زندگی بسر کرنے اور انسانیت کے اعلیٰ نصب العین کی طرف ترقی کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ انکی جنگ راہِ خدا کی جنگ ہے، وہ مظلوموں کی کیا مدد کرتے ہیں اور اللہ کی نصرت کا وعدہ انہیں کیلئے ہے'' ۲۲

جنگ وجدال اور تلوار کا اسلام میں استعمال کن وجوہات واسباب کی وجہ سے ہوا ہے سرسید احمد خاں لکھتے ہیں:

''جس اصول پر کہ حضرت موسیٰ نے کافروں پر تلوار کھینچی تھی کہ تمام کافروں اور بت پرستوں کو بغیر کسی استثناء کے قتل وغارت ونیست ونابود کردیں، اس اصول پر مذہب اسلام نے کبھی تلوار کو میان سے نہیں نکالا۔ اس نے کبھی تمام کافروں اور بت پرستوں کو نیست ونابود کرنے یا کسی کو تلوار کی دھار سے مجبور کرکے اسلام قبولوانے کا ارادہ نہیں کیا۔ ہاں بلاشبہ اسلام نے بھی تلوار کو نکالا مگر دوسرے مقصد سے یعنی خدا پرستوں کو امن اور ان کی جان ومال کی حفاظت اور ان کو خدا پرستی کا موقع ملنے اور یہ ایک ایسا منصفانہ اصول ہے جس پر کوئی شخص کسی قسم کا الزام نہیں لگا سکتا''۔

(۱۶) میدان جنگ میں موت سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ کیوں کہ:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۲۴

[اور موت تم کو پالے گی تم جہاں کہیں بھی ہو گے، اگرچہ مضبوط قلعوں کے اندر ہی کیوں نہ ہو۔]

(۱۷) اگر دشمن صلح وامن کی بات کریں تو ان سے اس پر بات کرکے صلح وامن قائم کرنا چاہیے:

وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۲۵

[اور اگر وہ مصالحت کے لیے جھکیں تو تم بھی اس کے لیے جھک جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بیشک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔]

(۱۸) اگر دشمن کی طرف سے خیانت کرکے معاہدہ توڑنے کا اندیشہ ہو تو مسلمانوں کو ان نوٹس دے کر معاہدہ ختم کرنا چاہیے:

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ۲۶

[اگر تمہیں کسی قوم سے بدعہدی کا خطرہ ہو تو تم بھی اسی طرح ان کا عہد ان پر پھینک دو، بیشک اللہ بدعہدوں کو پسند نہیں کرتا۔]

(۱۹) اگر کوئی غیر مسلم امن پیش کرتے ہوئے اپنے اسلام کا اعلان کرے تو یہ کہہ کر اس پر حملہ آور نہ ہونا چاہیے کہ تو مومن نہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ كَذَٰلِكَ كُنتُم مِّن قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۲۷

[اے ایمان والو، جب تم خدا کی راہ میں نکلا کرو تو اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو اور جو تم کو سلام کرے اس کو دنیوی زندگی کی خاطر یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں ہے، اللہ کے پاس بہت سامان غنیمت ہے، تمہارا حال بھی پہلے ایسا ہی رہ چکا ہے، سو اللہ نے تم پر فضل فرمایا تو تحقیق کر لیا کرو، جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے اچھی طرح باخبر ہے۔]

(۲۰) دشمن سے بھی عہد کی پاس داری کرنا چاہیے:

وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۲۸

[اور عہد کو پورا کرو کیوں کہ عہد کی پرسش ہونی ہے۔]

بَرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدتُّم مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ٭ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۲۹

[ان مشرکین سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان براءت ہے جس سے تم نے معاہدے کیے تھے سو اب ملک میں چار ماہ چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کے قابو سے باہر نہیں جا سکتے اور اللہ کافروں کو رسوا کر کے رہے گا۔]

ہم نے آخر کی ان آیتوں کی تشریح نہیں کی ہے کیوں کہ وہ ترجمہ سے ہی اتنی واضح ہیں کہ ان کو کسی مزید تشریح کی اس مختصر درس میں ضرورت نہیں، اس بیان میں اختصار کو ملحوظ رکھا گیا ہے لیکن اس میں جنگ و امن سے متعلق قرآن کے اہم اصولوں پر روشنی پڑ گئی ہے۔ اسلام کا پیغام امن و سلامتی کا پیغام ہے اور اس کی قرآنی تعلیمات سے کوئی بھی انسان بے نیاز نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کی ضرورت سے مستغنی ہو سکتا ہے۔ مصری عالم سید قطب شہید لکھتے ہیں:

"یہ ہے ان اسلامی جنگوں کی داستان، جن کا محرک اسلام کا جذبہ تھا کہ انسانیت صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائے۔ اس مقصد کے حصول میں پر امن ذرائع سے کام نہ چلے تو مجبوراً اسلام

قوت کا استعمال کرتا ہے اسلام کی یہ جنگیں کسی فوجی قائد کی خودغرضی اور ہوس ملک گیری کی پیداوار نہیں تھیں۔ نہ ان کے پیچھے دوسروں کو غلام بنانے کا جذبہ کارفرما تھا بلکہ یہ جنگیں محض خدا کے لیے لڑی گئیں تھیں ان کا اصل مقصود رضائے الٰہی کے حصول کا جذبہ تھا۔ مگر بات صرف جذبے پر ہی ختم نہیں ہوجاتی بلکہ اسلام سے ان جنگوں کے لیے باقاعدہ اصول وقوانین بھی مقرر کیے"۔ ۳۰

جنگ وجہاد کے بارے میں بڑی عام غلط فہمی یہ ہے کہ مسلمانوں کی قومی جنگ ہے۔ قومی جنگ یعنی جنگ جو کوئی قوم اپنی طاقت بڑھانے کیلئے اور دیگر مقاصد کے حصول کیلئے لڑتی ہے۔ اسلام ایسی جنگ کو کرہ ارضی کا سب سے بڑا فساد قرار دیتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کی ہر جنگ جہاد فی سبیل اللہ نہیں ہوسکتی۔ قرآن وسنت نے جن جنگ وجہاد کو متعین مقاصد کیلئے متعین کیے ہیں بس وہی ہے۔ اسکے علاوہ ساری فساد فی الارض کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان مقاصد حسنہ اور قوانینِ مبارکہ کے خلاف جو بھی جنگ ہوگی قرآن اور اسلام کی نظر میں وہ فساد ہی ہوگی۔

☆☆☆

حوالے وحواشی:

۱ الحج:۳۹۔۴۰ ۲ آل عمران:۱۵۹ ۳ آل عمران:۱۵۹

۴ آل عمران:۱۶۰ ۵ التوبہ:۲۵ ۶ الانفال:۴۷

۷ آل عمران:۱۴۶ ۸ الانفال:۱۵۔۱۶ ۹ آل عمران:۱۵۷

۱۰ الانفال:۴۵ ۱۱ الانفال:۴۶ ۱۲ الانفال:۶۵

۱۳ البقرہ:۱۹۰ ۱۴ النساء:۷۴ ۱۵ التوبہ:۱۱۱

۱۶ الانفال:۶۷۔۶۸ ۱۷ محمد:۴ ۱۸ النساء:۷۵

۱۹ سید قطب شہید، امنِ عالم، ص:۲۱۳۔۲۱۴، مرکزی مکتبہ اسلامی، دہلی، باراول، ۱۹۸۰ء، ۲۰۰۰ء

۲۰ یحییٰ نعمانی، الجہاد، ص:۳۰، ناشر المعہد العالی للدراسات الاسلامیہ، لکھنؤ، اشاعت ۲۰۰۹ء

۲۱ النساء:۷۶ ۲۲ سید ابوالاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، ص:۴۱

۲۳ سرسید احمد خاں، سرسید اکیڈمی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء

۲۴ النساء:۷۸ ۲۵ الانفال:۶۱ ۲۶ الانفال:۵۸

۲۷ النساء:۹۴ ۲۸ بنی اسرائیل:۳۴ ۲۹ التوبہ:۱۔۲

۳۰ سید قطب شہید، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، ص:۹۰، فرید بک ڈپو، پرائیویٹ لمیٹڈ، دہلی